مری اردو کا کیا ثانی!

سحر اسعد
B-181/G، جامعہ سلفیہ مارگ، ریوڑی تالاب، وارانسی (یوپی)

''دادا جان! دادا جان! چلیے ہم کیرم کھیلتے ہیں۔''

عمیر دوڑتا ہوا دادا جان کے کمرے میں داخل ہوا۔

دادا جان کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ قریب ہی سائڈ ٹیبل پر رنگ برنگ سرورق والی کتاب رکھی ہوئی تھی۔ اشتیاق کے مارے اس نے وہ کتاب اٹھائی۔ ''بچوں کا ماہنامہ امنگ'' بڑے بڑے حروف میں سرورق پر لکھا ہوا تھا، لیکن چونکہ وہ ایک انگلش میڈیم اسکول سے تعلیم حاصل کر رہا تھا اس لیے اردو سے مکمل طور پر نابلد تھا۔ جب اس نے رسالہ کھولا تو پہلے ہی صفحے پر ننھے منے بچوں کی تصویریں دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس کے دل میں اس رسالے کو پڑھنے کا شوق جاگ اٹھا۔

''دادا جان! یہ والی کہانی مجھے پڑھ کر سنایئے نا۔''

اس نے دادا جان کا گھٹنا ہلا کر کہا۔

''خود ہی پڑھ لو'' دادا جان نے مختصر جواب دیا۔

''لیکن کیسے؟ مجھے تو اردو نہیں آتی۔'' وہ ہاتھ ملتے ہوئے بے بسی سے بولا۔

دادا جان نے اپنے چشمے کو سیدھا کیا اور اس کو غور سے دیکھتے ہوئے بولے: ''ہوں! کتنے افسوس کی بات ہے بیٹا! اردو تو ہم سب کی مادری زبان ہے۔ تم تو اردو زبان ہی میں بات کرتے ہو، لیکن پڑھ نہیں سکتے؟'' اتنا کہہ کر وہ تھوڑی دیر رکے اور پھر بولے: ''دیکھو بیٹا اردو ایک نہایت میٹھی اور خوبصورت زبان ہے۔ اس میں بچوں کے لیے پیاری پیاری کہانیاں اور اچھی اچھی نظمیں ہوتی ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ اس کو سیکھنا ہم سب کے لیے بے حد ضروری ہے۔''

دادا جان اسے نہایت شفقت سے سمجھا رہے تھے اور وہ بہت غور سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا کہ وہ ضرور اس چاشنی سے لطف اندوز ہوگا، اس کو ضرور سیکھے گا۔

اگلے دن جب وہ اسکول سے لوٹ رہا تھا تبھی اس نے ایک جگہ ایک بورڈ لگا ہوا دیکھا۔ جس پر موٹے موٹے حروف میں لکھا تھا: ''اردو سیکھیے'' یہ بورڈ بہت پہلے سے لگا ہوا تھا، لیکن اس نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ آج اس بورڈ کو دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا اور جلدی سے دوڑ کر اس سینٹر میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ٹیچر ایک بڑی سے کلاس میں بچوں کو اردو سکھا رہے تھے۔ اس نے اندر جانے کی اجازت لی، ادب سے سلام کیا اور اپنی خواہش بیان کی۔ انھوں نے نہایت شفقت

سے اس کی بات سنی اور اس کی درخواست قبول کر لی۔ عمیر کو یہ جان کر بہت حیرت ہوئی کہ وہ بچوں سے فیس نہیں لیتے تھے۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اس کی امی پریشانی کے عالم میں برآمدے میں ٹہل رہی تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی بولیں: ''بیٹا اتنی دیر کہاں لگا دی؟''

''امی! وہ دراصل میں.......'' اس نے ایک ہی سانس میں پوری بات بتا دی۔ اس کی امی بھی بہت خوش ہوئیں۔ ''لیکن امی! آپ یہ بات ابھی دادا جان کو مت بتائیے گا۔ میں جب اردو لکھنا اور پڑھنا سیکھ لوں گا تو دادا جان کو سرپرائز دوں گا۔'' اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔'' امی جان نے سر ہلا کر ہامی بھر لی۔

چونکہ دادا جان دوپہر میں تھوڑی دیر آرام کرتے تھے اس لیے انھیں عمیر کے دیر سے آنے کی اطلاع نہیں ہو سکی تھی۔ عمیر اب روزانہ اسکول سے واپسی پر پابندی سے اردو سینٹر جاتا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ اردو کے رسالے اور کہانیاں پڑھنے لگا تھا۔ تقریباً دو مہینے بعد اس کے ٹیچر نے اسے چھٹی دے دی اور اسے تنبیہ کی کہ ''بیٹا! اردو بہت شیریں زبان ہے۔ ہمیشہ اسے پڑھتے رہنا اور دوسروں کو بھی سکھانا، کبھی اس کو حقیر مت سمجھنا۔ یہ ہمارے ملک کے قدیم لوگوں کا ورثہ ہے۔''

''ضرور، کیوں نہیں، میں اسے دوسروں کو بھی سکھاؤں گا۔'' اس نے سر ہلایا۔

گھر آ کر اس نے نہایت جوش کے عالم میں اپنی امی کو اپنا رزلٹ دکھلایا۔ امی نے خوش ہو کر اسے دعائیں دیں اور اس کے پاپا کو جو کہ بیرون ملک رہتے تھے فون کر کے اس کی اطلاع دی۔ وہ بھی بہت خوش ہوئے اور انھوں نے انعام کے طور پر عمیر کے لیے ''بچوں کا ماہنامہ امنگ'' اور اردو کے کچھ دوسرے رسالے جاری کرا دیے۔

شام کو جب دادا جان اٹھے اور نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر لان میں بیٹھے تو عمیر ''امنگ'' ہاتھ میں لیے ان کے پاس جا پہنچا اور فر فر پڑھ کر سنانے لگا۔ دادا جان پہلے تو حیران ہوئے اور پھر انتہائی خوشی کے ساتھ اس کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیا۔ انھیں یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ عمیر نے ان کی بات سے سبق سیکھا۔ انھوں نے اسے تلقین کی کہ وہ کسی ایسے بچے کو اردو سکھائے جو اس سے نابلد ہو۔

اور پھر عمیر اپنے پڑوس کے لڑکے کو جو اردو نہیں جانتا تھا اردو سکھانے لگا۔

میری آپ سب سے ایک چھوٹی سے درخواست ہے کہ آپ اپنے محلے، پڑوس وغیرہ میں جو بھی بچہ اردو نہ جانتا ہو اسے اردو زبان ضرور سکھائیے۔

ارے اس کے مقابل میں کسی کو بھی نہیں رکھوں
مری اردو کا کیا ثانی مری اردو تو اردو ہے

OO

OO